

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حج..... عید عاشقان

قدیم ہندو مذہب میں سمندری سفر انتہائی برا سمجھا جاتا تھا، ایک زمانے میں کچھ مسلمان علمائے دین نے بھی مسلمانان ہند پر حج کے ساقط ہو جانے کا فتویٰ دیا۔ بلکہ بعض شدت پسند مفتیوں نے تو حج بیت اللہ کو معاذ اللہ ناجائز بھی کہہ ڈالا۔ جس کے استدلال کی بنیاد سمندری سفر کے راستے کی خطرناکی تھی۔ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر تجدیدی کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آں جناب نے حج کے عظیم فریضے کو اجتماعی سطح پر زندہ کیا اور ایک بڑے قافلے کے ساتھ حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے۔

سطور آمدہ کی تحریر ایک خط ہے، جسے ولی اللہی جماعت کے رکن رکیں، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس مکتوب گرامی کا شان و رود یہ ہے کہ آپ کے ایک متوسل نے حج کا ارادہ کیا، اُن کے وطن حیدرآباد دکن کے ایک مولوی صاحب نے انھیں یہی ”سقوط حج“ کا فتویٰ سنایا، جس پر انھوں نے اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا۔ حضرت مولانا کا یہ جوابی مکتوب حبّ الہی کی آتش سوزاں کا ایک بھڑکتا ہوا الاؤ ہے، کئی مقامات پر وفور عشق میں دامن ضبط حضرت والا کے ہاتھوں سے نکل نکل جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب گرامی کو اپنی کتاب ”اکابر علمائے دیوبند اتباع شریعت کے آئینے میں“ میں نقل فرمایا ہے، قارئین کے مطالعے کے لیے پیش خدمت ہے۔ پڑھیے اور عشق کی سرمستی کو محسوس کیجیے۔ تو سین کے اندر کی تشریحی عبارات انتخاب کرنے والے کی طرف سے ہیں (ادارہ)

محترما!

جناب باری عزاسمہ کی وہ صفات جو مقتضیِ معبودیت ہیں، ان کا مرجع دو باتوں کی طرف ہوتا ہے۔ اول بالکلیہ نفع و ضرر، دوم محبوبیت۔ اول کو جلال سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور ثانی کو جمال سے، مگر یہ تعبیر ناقص ہے (کیونکہ) جلال محض مالکیتِ ضرر پر متفرع ہوتا ہے۔ جس طرح جمال اسبابِ محبوبیت میں سے ایک سبب ہے (اور) وجودِ محبوبیت علاوہ جمال کے کمالِ قرب و احسان بھی ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا تقاضا ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے وہ بنیادی طور پر دو طرح کی ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے اللہ کی عبادت ہوتی ہے کہ وہ ہمیں نفع نقصان پہنچانے والے ہیں، یعنی کسی لالچ سے یا کسی خوف سے، اور دوسرے اللہ کی عبادت محض اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ محبوب ہیں)

سببِ اول..... یعنی مالکیتِ نفع و ضرر کا اقتضائے معبودیت..... میں عابد کی ذاتی غرض چونکہ باعثِ عبادت ہوتی ہے..... یعنی طمع یا خوف یا دونوں..... اس لیے یہ عبادت اس قدر کامل نہ ہوگی جس قدر وہ عبادت جس میں (محض) ارضائے محبوب مقصود ہو۔ ظاہر ہے کہ محبوب کی جو کچھ طاعت و فرماں برداری کی جاتی ہے اس سے محض اس کی

رضاء مطلوب ہوتی ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ دونوں قسموں کی عبادتیں دینِ کامل میں ملحوظ ہوں۔ قسمِ اوّل پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول نماز اور زکوٰۃ ہے اور قسمِ ثانی پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول روزہ اور حج۔ روزہ محبوبیت کی منزلِ اوّل اور حج منزلِ ثانی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عاشق پر اولین فریضہ یہی ہے کہ اغیار سے قطع تعلق کیا جائے۔ جو کہ روزہ میں ملحوظ رکھا گیا، دن کو اگر صیام کا حکم ہے تو رات کو قیام کا اور آخر میں اعتکاف میں آکر رہے سبہ تعلقات کا بھی خاتمہ کر دیا۔ بحکم: فمن شهد منكم الشهر فليصمه (جسے رمضان کا مہینہ ملے وہ روزے رکھے) اور من صام رمضان ايماناً (جو ایمان اور تصحیح نیت کے ساتھ رمضان کے دن میں روزے رکھے اُس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ الحدیث) سے اگر استیعاب صوم رمضان کا پتہ چلتا ہے تو بحکم: ”أحیی لیلہ“ اور ”و من قام رمضان.....“ (اور جس شخص نے ایمان اور تصحیح نیت کے ساتھ رمضان کی راتوں میں قیام کیا اُس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ الحدیث) وغیرہ سے استیعاب قیام رمضان کا بھی پتہ چلنا ضروری ہے۔

اور چونکہ کمالِ صومی کے لیے محض ممنوعاتِ ثلاثہ کا، جو کہ اصل الاصول ہیں ترک مطلوب نہیں، بلکہ ان کے علاوہ معاصی اور مشنہیاتِ نفسانیہ کا ترک بھی مقصود ہے۔ (یعنی روزہ بھی مکمل ہوگا جب صرف کھانا پینا نہ چھوڑا جائے بلکہ سب گناہوں اور نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا جائے، جیسا کہ احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے) من لم يدع قول الزور (جس شخص نے جھوٹی بات اور جھوٹ کے کام ترک نہ کیے اللہ کو اُس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی ضرورت تو نہیں۔ الحدیث) اور رب صائم ليس له من صومه الا الجوع (کتنے ہی روزہ رکھنے والے ہیں کہ اُن کے روزے کا حاصل سوائے بھوک کے کچھ نہیں۔ الحدیث) اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

جب ترکِ اغیار کا اثبات..... جو کہ منزلِ عشق کی پہلی گھاٹی ہے..... ہو گیا، اس کے بعد ضروری ہے کہ دوسری منزل کی طرف قدم بڑھایا جائے۔ یعنی کوچِ محبوب اور اس کے دار و دیار کی جہہ سائی کا فخر حاصل کیا جائے۔ اس لیے ایامِ صیام کے ختم ہوتے ہی ایامِ حج کی ابتداء ہوتی ہے، جن کا اختتام ایامِ نحر (قربانی) پر ہے۔

کوچِ محبوب کی طرف اُس عاشق کا سفر کرنا، جس نے تمام اغیار کو ترک کر دیا ہو اور سچے عشق کا مدعی ہو معمولی طریقہ پر نہ ہوگا۔ اس کو سر کی خبر ہوگی نہ پیر کی، نہ بدن کے زیب و زینت کا خیال ہوگا نہ لوگوں سے جھگڑا اور لڑنے کا ذکر۔ فَلَا رَفْثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جَدَالَ فِي الْحَيِّ (جو حج کا ارادہ کرے توج میں نہ بیوی کے پاس جانا ہوتا ہے، نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا) کہاں قلبی اضطراب اور کہاں شہوت پرستی و آرام طلبی، نہ سرمہ کی فکر ہوگی نہ خوشبو اور تیل کا دھیان۔ اس کو

ماہنامہ ”نقیبِ ختم نبوت“ ملتان

دین و دانش

آبادی سے نفرت، جنگل اور جنگلی جانوروں سے الفت ہونی ضروری ہے۔ وحرم علیکم صید البر مادمتم حرمہا (حج کہ دنوں میں حالتِ احرام میں جنگلی جانوروں کو شکار کرنا اور مارنا جائز نہیں)۔ سیر و شکار جو کہ کاریکاراتا ہے، ایسے عشاق اور مضطرب نفوس کے لیے بے حد نفرت کی چیز ہوگی۔ واذاحللتم فاصطادوا (جب حالتِ احرام ختم ہو جائے تبھی شکار کرنا جائز ہوگا)۔ اس کی تو دن رات کی سرگرمی معشوق کی یاد، اس کے نام کو چہنا، اپنے تن بدن کو بھلا دینا، دوست احباب، عزیز واقارب، راحت و آرام کو ترک کر دینا۔ نہ خواب آنکھوں میں بھلی معلوم ہوگی نہ لذائذِ اطعمہ، اور خوشبودار اور خوش ذائقہ اشربہ والبسہ (یعنی عمدہ کھانے پینے اور لباس) کا شوق ہوگا۔

یُبداری ہواہ ثم یکتُم سرہ

ویسَخشع فی کلِّ الأمور ویسَخضع

وہ اس کی محبت خوش اسلوبی سے نباہتا رہتا ہے۔ پھر اس کے راز پر وہ پوشی کرتا رہتا ہے۔ اور تمام حالات میں مطیع و فرمانبردار رہتا ہے۔

جوں جوں دیا محبوب اور ایام وصال کی قربت ہوتی جائے گی اسی قدر ولولہ اور فریفتگی اور جوش جنوں میں ترقی ہوتی رہے گی:

وعدہ وصل چوں شود نزدیک	آتش شوق تیز گردد
ان دنوں جوش جنوں ہے ترے دیوانے کو	لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو
خون دل پینے کو اور لُحّتِ جگر کھانے کو	یہ غذا دیتے ہیں جانناں ترے دیوانے کو
نو بہار است جنوں، چاکِ گریباں مددے	آتش افتاد بجاں، جنبشِ داماں مددے

قریب پہنچتے ہیں..... میقات پر..... تو اپنے رہے سہے، میلے کچیلے کپڑے کو پھینک دیتے ہیں۔ اس وادیِ عشق میں گریبان و دامن سے کیا کام:

ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک

اس کو سیا، سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا

دن رات محبوب کی رٹ پیپے کی طرح لگی ہوئی ہے (تبلیہ پڑھ رہے ہیں)

رٹ پھرے پیو پیو کنارے ہمارے پیا تو بدلیں سدھارے

برہا بروگ سے تلیٹ جیو اب جن بول پیہا پیو

اگر غم ہے تو محبوب کا، اگر ذکر ہے تو معشوق کا، اگر طلب ہے تو پیو، کی اگر خیال ہے تو دلبر کا:
 عشق میں تیرے کو غم سر پر لیا، جو ہوسو ہو عیش و نشاطِ زندگی چھوڑ دیا، جو ہوسو ہو
 کوچہ محبوب میں پہنچتے ہیں تو اس کے درود یوار کے ارد گرد پوری فریفتگی کے ساتھ چکر لگاتے ہیں۔ چوکھٹ پر سر
 ہے تو کہیں دیواروں اور پتھروں پر لب:

أمرّ على الديار، ديار ليلي
 أقبل ذالجدار و ذالجدار
 وماحب الديار شغفن قلبي
 ولكن حب من سكن الديار

(ترجمہ) مجنوں کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے کوچوں پر گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو
 چومتا ہوں اور میرے دل میں دراصل کوچے کے درود یوار نے کوئی جگہ نہیں بنائی بلکہ اس گلی کے رہنے والے نے۔
 کسی نے اگر جھوٹی سی خبر دی کہ معشوق کا جلوہ فلاں جگہ نمودار ہونے والا ہے تو بے سرو پیر ہو کر دوڑتے وہاں
 پہنچے۔ نہ کانٹوں کا خیال ہے، نہ راستہ کے پتھروں کا فکر ہے، نہ گڑھوں میں گرنے کا سوز ہے، نہ پہاڑوں کی سختیوں کا ڈر
 ہے۔ مجنوں بنی عامر کا سماں بندھا ہوا ہے۔ بدن میں اگر جوں ڈھیروں پڑی ہیں تو کیا پرواہ، اہل عقل اور اہل زمانہ اگر
 پھپکیاں اڑاتے ہیں تو کیا شرم:

جب پریت بھی تو لاج کہاں سنسار بنے تو کیا ڈر ہے
 دکھ درد بڑھے تو کیا چتا اور سکھ نہ رہے تو کیا ڈر ہے
 اگر ناصح نادان معشوق اور عشق سے روکتا ہے تو جس طرح آگ پر پانی کی چھینٹیں اس کو اور بھڑکا دیتی ہیں،
 اس طرح آتش عشق اور بھڑک جاتی ہے۔ نادان ناصح کو پتھر مارتے ہوئے اپنے آپ کو قربان کر دینے کے لیے بیتاب ہو
 جاتے ہیں:

ناصحات کر نصیحت دل مرا گھبرائے

وبمُهجتي، يا عاذلي! المَلِك الذی أَسْخَطَتْ كُلَّ النَّاسِ فِي أَرْضَائِهِ
 فَمَنْ أَحَبَّ، لَا عَصِيْنَكَ فِي الْهَوَى قَسَمًا بِهِ وَبِحَسَنِهِ وَبِهَائِهِ
 (ترجمہ) اے ملامت گر! میری جان اس بادشاہ پر قربان ہے کہ جس کے راضی رکھنے کی غرض سے میں نے تمام

ماہنامہ ”نقیبِ ختم نبوت“ ملتان

دین و دانش

لوگوں کو ناخوش کر دیا ہے۔ اے ملامت گر! میں محبوب کے حسن و جمال کی قسم کھاتا ہوں محبت کے بارے میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ (متنبی)

میرے محترم! یہ تھوڑا سا خاکہ حج و عمرہ کا ہے۔ اگر دل میں ٹرپ اور سینہ میں درد نہ ہو تو زندگی بیچ ہے۔ وہ انسان بھی انسان نہیں جس کے دل و دماغ، روح و اعضائے ربیہ محبوب حقیقی کے عشق اور ولولہ سے خالی ہے۔ یہاں عقل کے ہوش گم ہیں۔ جس قدر بھی بے عقلی اور شورش ہوگی اور جس قدر بھی اضطراب و بے چینی ہوگی اس قدر یہاں کمال شمار کیا جائے گا:

موسیا! آدابِ داناں دیگر اند
سوختہ جان و رواناں دیگر اندا

کفر کا فرادیں دیندار را
ذره دردت دلِ عطار را

عقل کو حیات کے مقید ہونے والے عشاق، آرام و راحت کے طلب گار محبین اپنی سچائی کے اثبات سے عاجز ہیں: عشق چوں خام است باشد بسے ناموس و نگ
پختہ مغزانِ جنون را کے حیا زنجیر پا است
اس وادی میں قدم رکھنے والے کو سرفروشی اور ہر قسم کی تیاری کے لیے پہلے سے تیار رہنا ضروری ہے۔ اور آرام و راحت، عزت و جاہ کا خیال بھی اس راہ میں سخت ترین بلکہ بدترین بدنام کرنے والا گناہ ہے:

ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بدوست
عاشقی شیوہ رندانِ بلاکش باشد

یقین می داں کہ آں شاہِ کلو نام
بدستِ سر بریدہ می دہد جام

مولانا نے محترم اس وادی پر خار میں قدم رکھتے ہیں، پھر متلی کا سر کے چکر کا بیماری کا ضعف کا تکلیف کا عزت و جاہت کا فکر ہے؟ افسوس ہے! مردانہ وار قدم بڑھائیے، اگر تکلیف سامنے ہو تو خوش قسمتی سمجھئے۔ اگر ستائے جائیں تو محبوب کی عنایت جانیے۔ مجنوں کو لیلیٰ کے کاسہ توڑ دینے پر قرض ہوتا ہے جس سے وہ اپنے خاص تعلق کا اثبات کرتا ہے اور آپ اس سے جھجکتے ہیں۔ ”کلا واللہ اشد الناس بلاء الانبياء ثم الا مثل فالامثل“ (ہرگز نہیں!! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش انبیاء پر آتی ہے پھر جو ان سے کم اللہ کے قریب ہوں پھر جو ان سے کم) قولِ صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قیمة المراجعة،

بقدر الجد تکستب المعالی
ومن رام العلی سهر الیالی

(ترجمہ) باندہِ محنت بلند درجات حاصل ہو سکتے ہیں۔ جو شخص بلند درجہ کا قصد کرتا ہے وہ برابر راتوں کو جاگتا

ہے۔ سوائے رضاءِ محبوب حقیقی اور کوئی دھن نہ ہونی چاہیے:

دنیا و آخرت را گذار، حق طلب کن
کہ ایں ہر دو لولیاں را، من خوب می شناسم

بجوش و خروش و بیچ مفروش..... مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی دیوانگی کی بڑ میں آپ کا بہت وقت ضائع کیا۔

ماہنامہ ”نقیبِ ختم نبوت“ ملتان

دین و دانش

مگر کیا کروں کہ اہل چشت کا دریوزہ گر ہوں، ان کی نسبت اپنا کھیل اور رنگ دکھلاتی ہے۔ اگر میری عرض غلط ہو تو پھاڑ کر پھینک دیجیے اور ان بزرگ حیدر آبادی کے کلمات کو تعویذ جان بنائیے۔ اور اگر اس میں کوئی جھلک صداقت اور واقعیت کی معلوم ہو تو مولانا عبدالباری صاحب ندوی اور حکیم عبدالعلی صاحب کو بھی دکھلا دیجیے۔ غالباً مناسب ہوگا کہ مکہ مکرمہ میں سید امین عاصم مرحوم کو اپنا مطوف (معلم) بنائیے۔ حضرت موصوف حضرت شیخ الہند کے مطوف تھے، ان کا اگر چہ انتقال ہو گیا مگر ان کی لڑکیاں ان کے منصب پر قائم کی گئی ہیں۔ اور ان کے نواسے سید عقیل عطاس حجاج کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ حتیٰ الوسع پوری خبر گیری کرتے ہیں ان کا کارڈ اس میں موجود ہے۔ اگر نامناسب نہ ہو تو میرا عریضہ بھی دے دیجیے۔ آپ سے لوگ بمبئی سے لکھنؤ سے درخواست مطوفی کریں گے، مگر اکثر ان لوگوں سے تلخ تجربے حاصل ہوتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں میرے دو بھائی بڑے مولوی سید احمد صاحب اور چھوٹے محمود احمد ہیں، اگر نامناسب نہ ہو تو ان سے بھی مل لیں۔ اگر کوئی خدمت درکار ہو ان شاء اللہ وہ اپنی طاقت کے موافق اس میں پورا حصہ لیں گے۔ مولانا شفیع الدین صاحب بکینوی، حضرت حاجی صاحب کے خادم اور خلیفہ اور حضرت گنگوہی کے حدیث میں شاگرد نہایت پاکیزہ شخص موجود ہیں، ان سے بھی مل لیں اور میرا سلام عرض کر دیں دعا کی درخواست بھی ظاہر فرمادیں۔ کوشش ہونی چاہیے کہ دونوں مقدس مقامات اور رستہ میں غفلت میں وقت نہ گزرے۔ خصوصاً عرفات کے دن بعد از زوال نہایت غنیمت ہے، اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونا چاہیے۔ اگر لوگوں کے بالخصوص وہاں کے سُکان اور حکام کی فروگزاشتیں نظر پڑیں، تو توجہ نہ کیجئے اپنے کام سے کام رکھیے۔ اپنے اس نالائق و نابکار سگ دنیا و روسیہ خادم کو بھی دعواتِ صالحہ میں یاد رکھیے۔ کیا عجب ہے کہ آپ حضرات کی دعائیں فلاح و نجات کے اسباب بن جائیں۔ بہتر تو یہ تھا کہ کچھ دنوں پوری ہمت اور محنت کے ساتھ اذکار وغیرہ کر لینے کے بعد حج ہوتا اور زیارت کی مقدس نعمت حاصل کی جاتی۔ تاکہ دونوں کی حقیقت سے اتصال کی نوبت آتی، مگر جب قصد کیا گیا تو پورا کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک ہو سکے غفلت کو راہ نہ دیجیے اور ذکر میں مشغول رہیے:

من نہ کردم شما حذر بکنید

میں انشاء اللہ شوال کی پانچ تک یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور اگر منظورِ الہی ہے تو وحید بھی حج میں آپ کے ساتھ ہوگا۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ آپ سب کو حقیقی نعمت و حج زیارت سے مالا مال کر دے۔ آمین

والد ماجد اور متعلقین و احباب سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

نگ اکابر: حسین احمد غفرلہ

از خلافت آفس سلہٹ ۹ رمضان المبارک ۱۴۳۷ء